تحریر ——— جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب
ترجمہ ——— حافظ عبدالقادر

اسلام کا قانون صحیح النسبی

اور

مروّجہ قانون شہادت

۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲، اور شریعت اسلام

اسلامی قوانین کے سلسلہ میں مروّجہ اینگلو سیکسن قانون شہادت پر اسلامی نقطہ نظر کی روشنی میں نظر ثانی یا از سر نو تدوین کا مسئلہ ملک میں زیر بحث ہے۔ موجودہ قانون شہادت پر ہم الحق میں جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کا فاضلانہ مقالہ شائع کر چکے ہیں۔ پیش نظر مضمون میں مروجہ قانون کی ایک خاص دفعہ سے اسلام کا ایک اہم قانون متاثر ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

جسٹس تنزیل الرحمٰن کی انگریزی کتاب " اے کوڈ آف مسلم پرسنل لا " جلد اول ۶۹۸ تا ۷۰۲ کا اردو ترجمہ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۱۲ سے اسلام کا قانون صحیح النسبی متاثر ہوتا ہے یا نہیں؟ الہ آباد ہائیکورٹ نے مقدمہ سبط محمد بنام محمد (۱۹۲۶ء الہ آباد - ۵۸۹) میں قرار دیا تھا کہ اسلام کا قانون متعلقہ صحیح النسبی ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ سے منسوخ ہو چکا ہے۔ لاہور ہائیکورٹ نے بھی مقدمہ مسماۃ رحیم بی بی بنام چراغ دین (اے۔ آئی۔ آر ۱۹۳۰ء صفحہ ۹۷) میں یہی نقطہ نظر اختیار کیا تھا۔

صحیح النسبی سے متعلق احکام جو اسلامی قانون کے تحت بتلائے گئے ہیں ان میں اور ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت تضاد پایا جاتا ہے۔ اسلامی قانون کے تحت صحیح النسبی سے متعلق احکام کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش ہے۔

(الف) جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو وہ ناجائز تصور کیا جاتا ہے۔ اِلّا یہ کہ باپ اس امر کا

دعویٰ کرے کہ بچہ اس کی جائز اولاد ہے۔

ب۔ جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے گذر جانے پر پیدا ہو وہ جائز تصور کیا جاتا ہے۔ الآیہ کہ باپ لعان کے ذریعے اسے اپنی اولاد تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

ج۔ جو بچہ رشتہ ازدواج منقطع ہونے کے بعد:

چاند کے حساب سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو وہ حنفی فقہ کے مطابق جائز تصور کیا جاتا ہے۔

چاند کے حساب سے چار سال کے اندر اندر پیدا ہو وہ مالکی، شافعی اور حنبلی مکاتب فکر کے مطابق جائز تصور کیا جاتا ہے۔

اگر ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ اور صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مذکورہ دفعہ، اسلامی قانون سے متصادم اور اس کے منافی ہے۔ مندرجہ ذیل مثالیں اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتی ہیں۔

۱۔ ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت وضع کردہ حکم کے خلاف جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو وہ اسلامی قانون کی رو سے ناجائز تصور کیا جاتا ہے جب کہ وہ بچہ جو خاوند کی موت یا طلاق کے باعث رشتہ ازدواج منقطع ہونے سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو جائز تصور کیا جاتا ہے۔ شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت وہ بچہ جو کسی عورت کے ہاں اس کی شادی کے چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو درآں حال کہ کوئی شہادت ایسی موجود نہ ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ خاوند کی اپنی بیوی تک رسائی ممکن تھی وہ خاوند کی جائز اولاد تصور کیا جاتا ہے جب کہ اسلامی قانون کی رو سے ایسا بچہ ناجائز تصور کیا جاتا ہے۔

۲۔ اس طرح وہ بچہ جو رشتہ ازدواج منقطع ہونے کے بعد چاند کے حساب سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو اسلامی قانون کے تحت جائز تصور کیا جاتا ہے جب کہ شہادت ایکٹ کی رو سے نہ تو ایسے بچے کی صحیح النسبی کی حمایت میں قیاس کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے برعکس کرنے کی گنجائش ہے جب کہ بچہ رشتہ ازدواج منقطع ہونے کے بعد ۲۸۰ دن سے زیادہ لیکن دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو۔ چنانچہ ایسے حالات میں صحیح النسبی کا ثبوت پیش کرنے کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے جو اس کا دعویٰ کرے تاہم مروجہ قانون کے تحت چونکہ ولدیت کے بارے میں قیاس شہادت کا ایک قاعدہ ہے کہ اسلامی قانون کے تحت کیا گیا ہو جو کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام غالب رہنے کے لئے ہے نہ کہ مغلوب ہونے کے لئے۔

۳۔ دفعہ ۱۱۲ کے تحت کئے گئے صحیح النسبی کے قیاس کا اطلاق نکاح فاسد کے مسئلہ پر نہیں کیا جاسکتا جب کہ اسلامی قانون کے تحت کئے گئے قیاس کا اطلاق اس پر یقیناً کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ عدالت بعض مقدمات میں دفعہ ۱۱۲ کے تحت ایسے واقعات کا وقوع پذیر ہونا فرض کر سکتی ہے جن کا واقع ہونا اس کی رائے میں ممکن ہو۔ تاہم ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی فطری صورت ذہن میں رکھنی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ کلکتے کے ایک مقدمہ میں اشرف علی بنام اسد علی ۱۹۸۱ (سی۔ ڈبلیو۔ این صہ ۲) شہادت ایکٹ کے نفاذ سے پہلے عدالت نے ایک ایسے بچے کی معاملہ میں جو اپنی ماں کو طلاق ہو جانے کے ۱۹ مہینے بعد پیدا ہوا تھا۔ صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون کے اس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عدالت کی دلیل یہ تھی کہ ایک ایسے بچے کو جو اپنی ماں کو طلاق ہو جانے کے ۱۹ مہینے بعد پیدا ہوا ہو صحیح النسب قرار دینا فطری معمول کے خلاف اور ناممکن بات ہے۔

راقم السطور کی یہ پختہ رائے ہے کہ شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۱۲ جس حد تک کہ اس کا تعلق ایک ایسے بچے کو صحیح النسب قرار دینے سے ہے جو اپنے والدین کی شادی کے چھ ماہ کے اندر اندر بلکہ شادی کے فوراً بعد پیدا ہوا ہو۔ (الا یہ کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ ایک دوسرے تک رسائی حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا) ایک ایسے قیاس کو بروئے کار لاتی ہے جو براہ راست قرآنی احکام جن کے تحت ایسا بچہ ناجائز قرار پاتا ہے، کے منافی ہے۔ تاہم اس دفعہ کے مطابق انفساخ نکاح کی صورت میں کسی بچے کا اپنے والدین کے رشتۂ ازدواج کے منقطع ہونے کے بعد ۲۸۰ دن کے اندر اندر پیدا ہونا، جب کہ ماں غیر شادی شدہ رہی ہو اس بات کا قطعی ثبوت ہو گا کہ وہ اس آدمی کی جائز اولاد ہے۔ اسلامی قانون کے تحت یہ مدت، شادی کے بعد، حنفی فقہ کے مطابق چاند کے حساب سے دو سال اور شافعی نیز مالکی فقہ کے مطابق چار قمری سال تک بڑھ جاتی ہے۔ مروجہ قانون کی متذکرہ بالا شق نہ تو سنی مکاتب فقہ کے مسلمہ نقطہ نظر کے مطابق ہے نہ مختلف مسلمان ممالک کے وضع کردہ موجودہ قوانین کے مطابق جہاں ایسے حالات میں وقت کی حد ایک سال مقرر کی گئی ہے۔ تاہم جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچہ شادی سے چھ ماہ بعد اور رشتۂ ازدواج کی بقا کے دوران میں پیدا ہوا ہو تو اس معاملے میں اسلامی قانون اور ۱۸۷۲ء کی شہادت ایکٹ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ (الف) کی تنسیخ کا اثر | شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے اطلاق کا سوال اس قانون کی دفعہ ۲ کی ۱۹۳۸ء میں تنسیخ کے بعد پھر پیدا ہوا۔

شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۲ اپنی اصلی صورت میں حسب ذیل تھی۔

۲۔ اس دن اور اس دن سے مندرجہ ذیل قوانین منسوخ ہو جائیں گے۔

(الف) شہادت کے ایسے تمام قواعد جو برطانوی ہند کے کسی حصے میں نافذ العمل کسی قانون موضوعہ ایکٹ یا ضابطے میں شامل نہ ہوں۔

(ب) ایسے تمام قواعد، قوانین اور ضابطے جنہوں نے انڈین کونسلز ایکٹ ۱۸۶۱ء کی پچیسویں دفعہ کے تحت قانونی

حیثیت حاصل کی ہو۔ اس حد تک جس حد تک ان کا تعلق کسی ایسے معاملے سے ہو جس کے لئے اس قانون میں اہتمام کیا گیا ہو۔ اور وہ تمام وضع شدہ قوانین جن کا ذکر زیر نظر قانون کے ساتھ شامل شیڈول میں کیا گیا ہے۔ اس حد تک جس کی وضاحت مذکورہ شیڈول کے تیسرے کالم میں کی گئی ہے۔

لیکن اس قانون کے مشمولات کسی وضع شدہ قانون ایکٹ یا ضابطے جو برطانوی ہند کے کسی بھی حصے میں نافذ العمل ہوں اور انہیں اس قانون کے ذریعے واضح طور پر منسوخ نہ کیا گیا ہو، کی کسی دفعہ کو متاثر نہیں کریں گے۔

مندرجہ بالا دفعہ کی پہلی شق کی رو سے شہادت کے وہ تمام قواعد منسوخ ہو گئے۔ جو کسی وضع شدہ قانون ایکٹ یا ضابطے میں شامل نہ تھے۔ اس طرح شہادت کے وہ تمام قواعد جن کی بنیاد اسلامی قانون پر رکھی گئی تھی اور جو شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کے نفاذ سے پہلے بعض تبدیلیوں کے ساتھ ہندوستان کی عدالتوں میں رائج تھے اپنی قانونی حیثیت کھو بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی عدالت عالیہ نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا کہ اب اسلامی قانون شہادت قابل اطلاق نہیں رہا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ۱۹۳۸ء میں دفعہ نمبر ۲ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس کے باوجود مقدمہ کیپٹن ٹی۔ ڈبلیو۔ ونگ بنام مسز ایف۔ ای کنگ (ای۔ آئی۔ آر ۱۹۴۵ء الہ آباد ۱۹۰) میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ ۱۹۳۸ء کے ترمیمی اور تنسیخی ایکٹ کے ذریعے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ اس لئے کہ اس ایکٹ کا یہ اثر نہیں ہوا کہ شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کے ذریعے جن قواعد کو منسوخ کیا گیا تھا ان کو دوبارہ قانون کا درجہ حاصل ہو گیا ہو۔ یہ نقطہ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے سامنے بھی زیر غور آیا۔ چنانچہ اس کے ایک ڈویژن بنچ نے مقدمہ عبد الغنی بنام طالع بی بی (پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۶۲ء لاہور صہ ۵۳۱) میں قرار دیا کہ محمڈن لا آف ایویڈنس کے قواعد جو دفعہ ۲ کی شق الف کے ذریعے منسوخ ہو گئے تھے وہ اس دفعہ (شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲) کی تنسیخ سے دوبارہ بحال ہو گئے ہیں بعض فاضل ججوں نے اس طرح اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کہ شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون شہادت کا قاعدہ بحال ہو گیا ہے۔

لاہور ہائیکورٹ کے اس فیصلے کی توثیق سپریم کورٹ آف پاکستان نے مقدمہ حمیدہ بیگم بنام مراد بیگم (پی۔ ایل ڈی۔ ۱۹۷۵ء ایس سی ۶۲۴ صہ ۶۵۰) میں کی اور قرار دیا کہ "۱۹۳۸ء کے ایکٹ نمبر ۱ کے ذریعے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے "مسلم پرسنل لا" کے قواعد بحال ہو گئے ہیں۔ اور صحیح النسبی وغیرہ سے متعلق معاملات پر ان کا اطلاق کیا جائے گا جب کہ فریقین مسلمان ہوں"

جہاں تک اس نزاع کا تعلق ہے کہ آیا صحیح النسبی سے متعلق حکم شہادت کا ایک قاعدہ ہے یا اصل قانون کا حصہ ہے۔ تو اس کے متعلق سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا فیصلے میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ "پنجاب چیف کورٹ نے بہت پہلے یعنی

۱۸۸۱ء میں مقدمہ رحمت علی بنام مسماۃ اللہ دی (آئی۔پی۔آر ۱۸۸۴ء) میں جو حکم بیان کیا تھا اور جس پر اس وقت
بہت سے مقدمات میں عمل ہو رہا ہے۔ فی الحقیقت ایک صحیح قاعدہ ہے یعنی شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲-الف -
مقاصد کے لئے صحیح النسبی کے بارے میں مسلم قانون کے قواعد کو شہادت کے قواعد سمجھا جانا چاہئے۔ لہٰذا انہیں اس دفعہ
سے منسوخ سمجھا جانا چاہئے۔ اس نتیجے کے ساتھ کہ اس معاملے پر شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کا اطلاق ہو گا حتیٰ
ان مقدمات میں بھی جن میں فریقین مسلمان ہوں"

اس نقطہ نظر کے خلاف کہ صحیح النسبی سے متعلق مسلم قانون کے قواعد شہادت کے قواعد ہیں۔ بہت کچھ کہا جا
سکتا ہے جیسا کہ تمام کلاسیکی مسلم فقہا نے تائید کی ہے۔ کہ صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون مسلمانوں کے شخصی قانون کا
ایک جز و لاینفک ہے۔ اور اس حیثیت سے صحیح النسبی سے متعلقہ معاملات پر اس کا اطلاق ان مقدمات میں ہونا چاہئے
جہاں فریقین مسلمان ہوں۔ شہادت ایکٹ نے صحیح النسبی کی تعین میں بچے کی پیدائش کے وقت کو بنیادی عامل قرار دے
کر ایک ایسے اصول کو متعارف کرایا ہے جس کی بنیاد صحیح النسبی کے انگریزی نقطہ نظر سے رکھی گئی ہے۔ جب کہ اسلام
صحیح النسبی کی تعین کے لئے دوسری چیزوں کے علاوہ استقرار حمل کے وقت کو بنیادی عامل سمجھتا ہے۔

ناگپور جوڈیشل کمشنر کی عدالت کے ایک مقدمے میں قرار دیا گیا کہ صحیح النسبی کے مسلم قانون کی دفعات مسلمانوں کے
مستقل قانون کا ایک حصہ ہیں۔ اس لئے دفعہ ۱۱۲ میں جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔

مقدمہ ذاکر علی بنام صغریٰ بائی اے۔آئی۔آر ۱۹۳۸ء ناگپور ۳۲۔۴۳۔ آئی سی ۴۴۳ء)

یہ مسئلہ بہت سے مقدمات میں فیصلے کے لئے الہ آباد ہائیکورٹ کے سامنے بھی پیش ہوا۔ مقدمہ سبط محمد بنام محمد حمید
(آئی ایل آر ۴۸ الہ آباد ۶۲۵) میں عدالت نے بالکل آغاز ہی میں یہ قرار دیا کہ بنگال، آگرہ اور آسام سول کورٹس ایکٹ
۱۸۸۷ء کی دفعہ ۳۷ کے تحت شادی یا وراثت سے متعلق مسائل کا فیصلہ محمڈن لا کے مطابق ہونا چاہئے جب کہ فریقین
مسلمان ہوں۔ الا یہ کہ اس حد تک جس حد تک وہ قانون، قانون سازانہ وضع قانون کے ذریعہ تبدیل یا منسوخ کر دیا گیا ہو
عدالت نے مزید کہا کہ :-

"سر رولینڈ نے اینگلو محمڈن لا پر اپنی کتاب میں اس رائے پر اظہار کیا ہے کہ ہندوستان کی شہادت ایکٹ کی دفعہ
۱۱۲ درحقیقت، قطع نظر اس امر کے کہ کتاب قانون میں اس کا مقام کیا ہے۔ شہادت کے بجائے شادی کے مستقل
قانون کا ایک قاعدہ ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے اس کا اطلاق مسلمانوں پر اس حد تک نہیں کیا جا سکتا جس حد تک
کہ یہ محمڈن اصول سے متصادم ہے کہ ایسا بچہ جو اپنے والدین کی شادی کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہوا ہو ان
کی جائز اولاد نہیں ہے۔"

سید امیر علی نے بھی جو اسلامی قانون پر سند ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے کہ :-

(باقی ص ۳۹ پر)